© rasailojaraid.com

گی۔(۴) سرد اشیاء سے مضرت اور خشک وگرم اشیاء سے فائدہ ہوگا۔(۵) جھوٹی بھوک کا لگنا۔(۶) پیٹ میں اپھارہ ہونا۔(۷) سردیوں میں حالت زیادہ خراب ہوگی۔(۸) نزلہ زکام کی شکایت عموماً رہے گی۔(۹) پیشاب کی زیادتی۔

نبض: منخفض یعنی پست ہوگی جو کہ انگلیوں کو زور سے دبانے قرع بیض شہادت کی انگلی تک محسوس ہوگا۔ دیگر انگلیوں کے نیچے محسوس نہ ہوگا۔

علاج: **کیفیاتی ونفسیاتی:** بے جا خوف اور وہم سے دور رکھا جائے۔ سردی سے حفاظت کی جائے۔ عورت کو اعصابی مرض کے خوف سے کمزوری اتنی ہوگی کہ اس کا جسم ہر وقت درد میں مبتلا رہتا ہے۔ سیلان الرحم کی وجہ سے خواہش جماع ختم ہو جاتی ہے؛ بلکہ حمل بھی نہیں ٹھہرتا۔

مادی علاج: روٹی بند کر دی جائے، غذا کا وقفہ بڑھا دیا جائے، عصبی وبلغمی اور دیگر مضر اشیاء سے پرہیز کرایا جائے۔

علاوہ ازیں: تمام عضلاتی اعصابی اور عضلاتی غدی اغذیہ وادویہ مرکبات ومفردات استعمال کروا سکتے ہیں۔

مستعمل ادویہ مفردہ: فولاد کیلشیم، آڑو، آلو بخارا، اجوائن خراسانی، انار ترش، امرود، قرنفل، انگور ترش، جامن، اسپند، پیاز، السی، سنگدانہ مرغ، جاوتری، کنگنی، انڈا وغیرہ۔

حیوانی اغذیہ: مچھلی، کبوتر، بھینس کا گوشت، ہرن، دہی۔

میوہ جات: مونگ پھلی، ناریل، اخروٹ، پستہ۔

پھل: سیب، مالٹا، آڑو ترش، انار ترش، کشمش، انجیر، سنگترہ، فالسہ، جامن، رسبھری۔

اناج: مکئی، باجرہ، جوار، لوبیا، مسور اور چنے۔

سبزیاں: مٹر، گوبھی، پالک، پکوڑے، اچار، چنے، بینگن وغیرہ۔

غذائی مرکبات: آملیٹ، پکوڑے، اچار وغیرہ عضلاتی سالن دیں۔

دوائی مرکبات: عضلاتی اعصابی، عضلاتی غدی ادویہ اغذیہ محرک سے لے کر اکسیر و تریاق تک استعمال کروا سکتے ہیں

❀❀......❀❀

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صریرِ خامہ تبصرہ

''مسائل عیدین''

تألیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ تبصرہ: عبدالوہاب خان

ضخامت: 88 صفحات ، قیمت: 90 روپے پتہ: دارالنور اسلام آباد، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

محترم جناب علامہ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کے ساتھ قارئین التراث کی یہ دوسری ملاقات ہے۔ آپ نے عیدین کے مسائل کو قرآن کریم اور سنت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت سے بیان کرنے کے لیے یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ عنوانات کی ترتیب اور سلیقہ مندی اس کی نمایاں خصوصیت ہے۔

راقم الحروف کو اس کتاب میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ملا، جس میں اختلاف کرنا ضروری ہو۔ جزاہ اللہ خیراً کثیراً

عمومی ملاحظات تقریباً وہی ہیں جو **''نمازِ باجماعت کی اہمیت''** کے تبصرے میں بیان کیے گئے۔

خصوصی ملاحظات:

ملاحظہ نمبر۱: امام بخاریؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ''روایت نقل کی ہے۔''

امام حاکمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ''روایت بیان کی ہے۔'' (صفحہ: ۱۹)

❀ محدثین کرام اپنی سند سے احادیث ''روایت'' کرتے ہیں۔ اس حقیقت کے اظہار کے لیے ''روایت کی ہے'' کی مختصر عبارت ہی زیادہ مناسب ہے۔

اس کے مقابلے میں متأخر علماء و مصنفین حدیث یا روایت کو ''نقل'' اور ''بیان'' کرتے ہیں۔ لہٰذا اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا بہتر محسوس ہوتا ہے کہ: امام ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں یہ روایت نقل کی ہے اور امام نوویؒ نے ریاض الصالحین میں یہ روایت بیان کی ہے۔ واللہ أعلم

ملاحظہ نمبر۲: حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا: قد كانت تخرج الكعاب من خدرها لرسول الله ﷺ في العيدين ''رسول اللہ ﷺ کی جوان عورتیں اپنے پردے (گھر) سے عیدین کے لیے جاتی تھیں۔'' (صفحہ:۲۶)

❀ **کعاب:** وہ کنواری لڑکی ہے جو آغازِ بلوغت میں ہو اور اس کی چھاتی ابھر رہی ہو۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے نعمت کدے میں ہجرت مدینہ کے بعد ایسی لڑکیوں کا وجود نظر نہیں آتا۔ لہٰذا اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قریب البلوغ یا کنواری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لڑکیاں جو شرم وحیا سے اپنے پردہ خانوں میں جمی رہتی ہیں، وہ بھی عیدین میں رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عید گاہ چلی جاتی تھیں۔

لہٰذا حدیث کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے: ''کنواری لڑکیاں بھی اپنے پردہ گاہوں سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عیدین میں شرکت کے لیے جاتی تھیں۔'' واللہ أعلم

ملاحظہ نمبر۳: حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک کثیر تعداد نے اس آیت سے عید الفطر میں تکبیرات کہنے کی مشروعیت کا استدلال کیا ہے۔ (ص:۳۱)

❁ اس عبارت پر کوئی غبار نہیں۔ آگے صفحہ (۳۳) میں ہے: امام طبریؒ نے ابن زید سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے......

''متأخر علماء کی ایک کثیر تعداد'' کے مقابلے میں اکیلے ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان زیادہ قوت کا حامل ہے، حتیٰ کہ معروف شرائط کے ساتھ اسے حکماً مرفوع حدیث کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استدلال کو علماء کی کثیر تعداد کے استدلال سے پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا۔

ملاحظہ نمبر۴: لوگوں کا ایک آواز میں تکبیریں کہنا ثابت نہیں...... (ص:۳۳،۷۹)

❁ لوگوں کا بلند آواز سے تکبیریں کہنا تو ثابت ہے۔ پھر اس پر عمل کرنے والوں کو یہ حکم دینا بھی میرے ناقص مطالعے کے مطابق ثابت نہیں کہ ''**بیک آواز تکبیر نہ کہیں۔**'' جب یہ ثابت نہیں ہے تو لوگوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا ہی زیادہ مناسب ہے کہ چاہیں تو بیک آواز تکبیر کہیں اور چاہیں تو اپنے اپنے انداز میں تکبیر کہیں۔ مسکوت عنہ مسئلے کو اسی اباحت پر چھوڑنا ہماری طرف سے کسی ایک حالت سے روکنے کے مقابلے میں زیادہ بہتر لگتا ہے۔ نیز بے عملی کے اس دور میں لوگوں کو ''**زیادہ سے زیادہ تکبیریں پڑھنے**'' کی تلقین کرنا زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ پھر اس حدیث سے تکبیر پڑھنے میں ''معیت'' کا استدلال کرنا بھی ممکن ہے: ''الحیّض یخرجن فیکن خلف الناس **یکبرن مع الناس**'' [صحیح مسلم ۲/۶۰۶] خاص کر اس میں نماز عید کی نہیں، عام تکبیریں ہی مراد ہیں۔ واللہ أعلم

ملاحظہ نمبر۵: عمر فاروق اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دیگر اوقات میں بھی تکبیرات پکارتے تھے۔ (ص:۳۵)

❁ امام بخاری نے جہاں ترجمۃ الباب میں تعلیقاً ان دونوں کا عمل بیان کیا ہے، وہ عید کی نہیں دورانِ حج کی تکبیرات ہیں، جبکہ حج کرنے والا عید نہیں مناتا۔ لہٰذا عید کی تکبیروں کے بارے میں مزید روایات تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملاحظہ نمبر۶: "حتی نخرج البکر من خدرها" "ہم دوشیزاؤں کو ان کے پردوں سے نکالیں۔"

❁ "پردوں سے نکالیں" کے الفاظ جچتے نہیں۔ اس کی جگہ "ان کی پردہ گاہوں سے نکالیں" لکھنا مناسب تھا۔ خــدر سے مراد گھر کے اندران کا مخصوص کمرہ ہے۔ یعنی گھروں سے باہر نہ نکلنے والی باکرہ خواتین کو بھی پردے میں ملبوس کر کے عیدگاہ لے جائیں۔

ملاحظہ نمبر۷: تمام غیر قصر "مکمل ہیں قصر نہیں" یعنی چاروں نمازوں کی دو دو رکعتیں قصر کی وجہ سے نہیں۔ (ص:۴۹)

❁ "صلاۃ السفر رکعتان" تو ﴿أن تقصروا من الصلوٰۃ﴾ [النساء ۱۰۱] کی نص صریح سے "قصر" ہے۔ حتیٰ کہ سفر میں چار پڑھنا بھی راجح قول کے مطابق جائز ہے۔ لہٰذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان کو قصر کے "لغوی معنی" پر محمول کرنا پڑے گا۔ پس ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے: "(اجر و ثواب کے لحاظ سے) مکمل ہیں ناقص نہیں۔"

ملاحظہ نمبر۸: اگر ان دونوں (عید و جمعہ) کے ایک دن اجتماع میں بدشگونی کی کوئی بات ہوتی تو وہ لوگوں کو ضرور اس سے آگاہ فرما دیتے۔ (صفحہ ۷۸)

❁ فاضل مصنف نے بدشگونی کی نفی پر اختصاراً صرف "عدم ثبوت" سے استدلال کیا ہے۔ اس کے بجائے کتاب وسنت میں وارد صریح نفی سے استدلال کرنا چاہیے تھا:

قرآن مجید: (۱) قوم ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: ﴿اطیرنا بک وبمن معک﴾ "ہم تو تمہیں اور تمہارے ماننے والوں سے بدشگونی محسوس کرتے ہیں۔"

اللہ کے نبی صالح علیہ السلام نے فرمایا: ﴿طآئرکم عند اللہ بل أنتم قوم تفتنون۝﴾ [النمل ۴۷]

(۲) کفارِ یہود نے اپنے مبلغین سے کہا: ﴿إنا تطیرنا بکم﴾ "ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔" [یٰسٓ ۱۸]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندوں یا رسولوں نے فرمایا: ﴿طآئرکم معکم﴾ [یٰسٓ ۱۹]

(۳) قوم فرعون عذاب الٰہی کو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مؤمنین بنی اسرائیل کی نحوست قرار دیتے تھے:

﴿وإن تصبهم سیئة یطیروا بموسیٰ ومن معه ألآ إنما طآئرهم عند اللہ﴾ [الأعراف ۱۳۱]

ان انبیاء کرام علیهم السلام واولیاء اللہ نے ان بدشگونی لینے والے گمراہوں کو جواب دیا: ﴿طآئرکم عند اللہ﴾ ﴿طآئرهم عند اللہ﴾ ﴿طآئرکم معکم﴾ یعنی: جو بدتر انجام تم بھگت رہے ہو، وہ اللہ پاک کی طرف سے ہے؛ کیونکہ تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اللہ کے انبیاء کی مخالفت کر کے اس کی ناراضگی مول لی ہے۔ اور تمہاری یہ نحوست تمہارے اپنے کرتوت کی وجہ سے ہے۔"

حدیث شریف: رسول اللہ ﷺ نے وضاحت سے ارشاد فرمایا: "**لا عدویٰ ولا طیرة ولا هامة ولا صفر**......" "کوئی بیماری (بذاتِ خود) متعدی نہیں، بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں، الو کی آواز میں کوئی نحوست نہیں اور صفر (کو ماہِ محرم کے بدلے حرمت دینا یا پیٹ کے کیڑوں کی ایک بیماری) کے متعلق جاہلانہ نظریہ باطل ہے۔" [بخاری الطب باب ١٩ ح٥٧٠٧، باب ٤٥ ح٥٧٥٧، مسلم کتاب السلام: ٢٢٣/١٤ حدیث: ١٠١-١٢٠]

پھر اس قدر صریح بیان کے بعد بھی اگر کسی کے ذہن میں زمانہ جاہلیت کے جراثیم بدشگونی کی تحریک برپا کریں تو اس کے ازالے کے لیے یہ دعا بھی سکھائی: "**اللهم لا یأتی بالحسنات إلا أنت، ولا یدفع السیئات إلا أنت، ولا حول ولا قوة إلا بک**" [ابو داؤد الطب باب ٢٤ ح٣٩١٩]

معاویہ بن الحکم السلمی ﷺ کے سوال پر بدشگونی کا اثر قبول کرنے سے سختی سے منع فرمایا: "**ذلک شئ یجده أحدکم فی نفسه فلا یصدنکم**" "یہ صرف تمہارے دل کا وہم ہے، لہٰذا ہرگز ہرگز بدشگونی کا وہم تمہیں اپنے مقصد سے باز نہ رکھے۔" [مسلم السلام ٢٢٣/١٤ ح١٢١]

زمانہ جاہلیت کی اس عادت بد سے قلوب واذہان کو بالکل پاک رکھنا "**توکل علی اللّٰه**" کا تقاضا ہے۔ اس کی تفصیلات درس حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

گھوڑے، گھر اور عورت میں شؤم: ہاں رسول اللہ ﷺ نے شؤم (بری صفات) کا تین قسم کی چیزوں میں کبھی ممکنہ اور کبھی یقینی طور پر وجود بیان فرمایا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**انما الشؤم فی ثلاثة: فی الدار والمرأة والفرس**" "شؤم صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑا، عورت اور گھر۔" [بخاری الجهاد باب ٤٧ ح٢٨٥٨، الطب باب ٥٤ ح٥٧٧٢، النکاح باب ١٦، ٥٠٩٣] سہل بن سعد ﷺ سے روایت ہے: "**إن کان فی شئ ففی المرأة والفرس والسکن**" [بخاری الجهاد ح٢٨٥٩ النکاح باب ١٦ ح٥٠٩٥]

ابن حجرؒ: ایک اور روایت میں "**فی السیف**" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ [فتح الباری]

قرطبیؒ: مفہوم یہ ہے کہ عام طور پر لوگ ان تینوں سے بدشگونی لیتے ہیں، اگر کسی کے دل میں ان چیزوں سے متعلق بدشگونی کا وہم پیدا ہو جائے تو انہیں بدل سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com